

اردو اسائنمنٹ برائے سال اول

سوال 1: "ادور کوٹ" کا خلاصہ۔

خلاصہ:

غلام عباس اردو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ "ادور کوٹ" ان کا معروف افسانہ ہے جس میں ہم اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقت کو بناوٹ کے پردوں میں نہیں پھپھایا جاسکتا۔ جنہوں نے ایک شام کو ایک خوش پوش نو جوان ڈلوٹی روڈ سے نزد کمر مال روڈ پر پنچوا ادھ چیترنک کر اس کی طرف مٹر گشت کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ عین دیکھائی دے رہا تھا۔ جسم پر بادامی رنگ کا ادور کوٹ، سر پر سبز فیلٹ پیٹ۔ گردن کے گرد سلک کا سفید کلابند لپٹا ہوا، ایک ہاتھ ادور کوٹ کی جیب میں دوڑے میں جھوٹی سی تھوڑی تھامے اپنے آپ سے ملنے دیکھتا جا رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے اس نے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف لیا اور قریب گھاس پر کھیلنے والے بچوں کو دیکھنے لگا۔ مال روڈ پر اس وقت گاڑا گاڑیوں، سائیکلوں اور پیدل چلنے والوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ وہاں پر عمر کے لوگ تھے جس میں تاجر، ٹرکادی، افسر، لٹلر، غنیمت کار، گالچوں کے طلبہ و طالبات، نرسیں اور بہت سے لوگ تھے۔ دفتروں کے لوگ ادور کوٹ دیکھتے ہوئے تھے۔ ملکر لوگوں نے جو ادور کوٹ پہنا ہوا تھا اس کا کپڑا مٹا دیا تھا۔ وہ کسی میلہ دہلی کا سلا ہوا تھا۔ وہ سمینڈ کی ایک بیچ پر بیٹھ لیا اور آنے جانے والوں کو دیکھنے لگا اور بلی کو پیار کرنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ سگریٹ کی من لگانے لگا۔ وہ دس سال روڑ کی بڑی، بوڑھے کی طرح مڑکھٹ کرنے لگا۔ ایک ہوٹل کے باہر لوگ حسرت سے انہیں دیکھ کر رہے تھے، وہ وہاں ٹکا اور آگے چلا گیا۔ جمعہ کے سٹال اور قالین فروش کے پاس دکا۔ اب وہ وہاں کورٹ کے سامنے سے راستا بنا کر رہا تھا اور ایک لاری آئی اور اسے بچانے ہوئے نکل گئی۔ رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ڈرائیور لاری

علی: اچھا! پھر کیا ہوا؟
 احمد: پھر کیا، ایسے قصوری ہوتا ہے۔ استاد کی تو عزت کرنی چاہیے
 علی: ہمیں یہی بات ہے استاد تو باب کی جگہ ہوتا ہے۔
 احمد: استاد کی عزت کرنا بھارا فرض ہے۔
 علی: استاد ہی تو ہمیں یہی اور غلطی کا بتاتا ہے۔
 احمد: استاد بھاری زندگی کا ایک اہم رول موڈل ہوتا ہے۔
 علی: تمہارا کیا خیال ہے حامد کو سمجھائی؟
 احمد: ہاں ہاں بات کرتے ہیں اسے۔
 علی: پھلوں پر ہیں۔

(دونوں حامد کے پاس جاتے ہیں)

علی: کیا حال میں حامد؟
 احمد: ہاں بھائی تمنا کیا حال ہے۔ کل گ کیا میں ہے؟
 حامد: میں ٹھیک، کل گئی کوئی بات نہ کر رہا۔
 احمد: دیکھو تمہیں سر ہے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔
 حامد: ہمم!
 علی: نہیں سر سے معافی مانگنی ہو گی۔
 حامد: ٹھیک ہے۔ میں ویسے بھی ٹرمذہ ہوں۔

(حامد سر کے پاس جاتا ہے) اچھ

حامد: سر کل کے لیے معاف کر دیں مجھ سے غلطی ہو گئی۔
 سر: اچھی بات ہے کے نہیں اسانس ہوا۔ ولو معاف لیا۔
 حامد: شکریہ سر۔
 سر: کوئی بات نہیں ایر جائے ہر دو۔
 حامد: ہی سر۔
 سر: ہلو شاہباش!

[ہمیں اپنی طرح اپنے استادوں کی عزت
 کرنی چاہیے۔]

بھٹکا ہے "لیا۔ نوجوان بڑک ہر زخمی حالت میں تڑپنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے اور اسے گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گئے۔ اس میں ابھی ٹھوڑی سی جان تھی۔ اسے آپریشن روم لے جایا گیا۔ وہاں ایک ڈاکٹر مسٹر خان اور دو نرسیں مس شبناز اور مس گل موجود تھیں۔ اور کوٹ ابھی تک اس کے جسم پر تھا۔ اس کی ٹانگیں بہت زخمی تھیں آپریشن روم میں جب اس کا لباس اٹھا اٹارا جا رہا تھا تو محو ہی گھبراہٹ اٹرا، کرسی جران ہو گئیں کیوں کے نوجوان قصبے سے محروم تھا۔ کوٹ کے نیچے ایک پھیلا ہوا سوٹر اور خستر مال بنیاں تھیں۔ پنکھوں، بھی انتہائی پرانی اور کھو گئی تھیں، ہوٹی تھیں، جسے بیلٹ کے بجائے ایک پرانی نلڈائی سے باندھا گیا تھا۔ پاؤں میں ایک جیسی جرابیں نہ تھیں اور اتنی پرانی اور پھج ہو گئی تھیں کہ نوجوان کی میلی اہڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ نوجوان دم توڑ چکا تھا۔ نوجوان کی جببوں سے کنگھا، رومال، آدھا مگرگٹ، ڈاکٹری اور اشتہار برآمد ہوئے۔ افسوس کہ بید کی جھڑپی جو حادثے میں کم ہو گئی تھی، اسی فیرست میں ٹھہر نہ تھی۔

(جھاڑے کی چاندنی)

سوال نمبر: 02

دو طالب علموں کے درمیان استاد کے احترام کے بارے میں مکالمہ لکھیے۔

احمد: السلام علیکم۔
 علی: وعلیکم السلام احمد صاحب
 احمد: کیا حال ہیں آپ کے؟
 علی: میں بالکل ٹھیک آپ سنائیں
 احمد: میں ٹھیک۔ کیا آپ کو گلے والے سین کے بارے میں پتا ہے؟
 علی: کون سا واقعہ؟ کیا ہوا تھا؟
 احمد: گلے سامنے سر شفقت سے بیت بدھگیزی کی